Biannual Research Journal
AL-IDAH
Published by
SHAYKH ZAYED ISLAMIC CENTRE
UNIVERSITY OF PESHAWAR
PESHAWAR PAKISTAN
ISSN (Print) : 2075-0307
ISSN (Online) : 2664-3375
OPEN ACCESS
ششماہی تحقیقی مجلہ
الإيضاح
شیخ زاید مرکز اسلامی جامعہ پشاور
www.al-idah.pk
JAN-JUNE 2022
VOL:40 ISSUE:1

رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی، اسلامی نظامِ مملکت کی اساس اور بنیاد (علمی و تحقیقی جائزہ)

The Rule of Apostle of Allah and his Legacy, the Islamic System, the Foundation of the State (A scholarly and investigative analysis)

Issue: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/issue/view/36*

URL: *http://www.al-idah.pk/index.php/al-idah/article/view/785.*

Article DOI: *https://doi.org/10.37556/al-idah.040.01.0785.*

Author (s): Muhammad Mushtaq Kalota

International Seerah Study Center Chicago Email: mushtaqkalota1@gmail.com

Citation:

Kalota, M.M. 2022. The Rule of Apostle of Allah and his Legacy, the Islamic System, the Foundation of the State (A scholarly and investigative analysis). Al-Idah . 40, - 1 (Mar. 2022), 178 - 201.

Received on: 30 – Nov - 2021
Accepted on: 10 – Feb - 2022
Published on: 15 – March - 2022

Publisher:

Shaykh Zayed Islamic Centre, University of Peshawar, Al-Idah – Vol: 40 Issue: 1 / Jan – June 2022/ P. 178 - 201.

CC BY
Islamic Research Index
Crossref
DOAJ DIRECTORY OF OPEN ACCESS JOURNALS
Australian Islamic Library
INTERNATIONAL Scientific Indexing
INDEX COPERNICUS INTERNATIONAL

Abstract:
The Prophet, the epitome of mercy in the world ﷺ has been sent to help and guide mankind for all times to come, the Holy Quran was revealed upon him with the knowledge to succeed in this world and hereafter. His teaching form the greatest constitution that was ever dawned upon the hearts of mankind by the greatest Benefactor of mankind, Hazrat Muhammad ﷺ in the year 632 C.E. Basis of Islmic state are Quran and Sunnah and the Prophet himself has established an exemplary model Islamic state in Medina. In this article the basis of Islamic state is being discussed.
Key Words: Islamic state, mercy, model state.

ظہور اسلام کے وقت حکمراں تہذیب و ثقافت کے نام پر لامحدود اختیارات کا استعمال کرتے اور اس طرح عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس وقت کی دو بڑی طاقتوں قیصر و کسریٰ تھیں اور تمام دنیا دو بڑے کیمپوں میں تقسیم تھی۔ رعایا کے ساتھ نہایت ہی ذلت آمیز سلوک ہوتا تھا۔ بظاہر ان ریاستوں کی بڑی چمک دمک تھی لیکن اندرونی طور پر وہاں نفرت اور عدم اعتماد کی فضا تھی۔ دنیا سیاسی، معاشی، اور طبقاتی اختلافات کی بنا پر فی الواقعہ جہنم بن چکی تھی۔ دلسوزی کا مستقل راج تھا اور دنیا آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی تھی۔[۱]

جب پیغمبر اسلام ﷺ کی **۵۶۹ء** میں مکے میں ولادت باسعادت ہوئی تو دنیا کی سیاسی صورتحال پیچیدہ اور گھمبیر تھی۔ مرکزیت کا فقدان تھا۔ ہر حصے کی کیفیت دوسرے سے مختلف تھی۔ ایک طرف اگر روم کی بازنطینی اور ایران کی ساسانی عظیم سلطنتیں تھیں تو دوسری طرف ان گنت چھوٹی چھوٹی مملکتیں اور ریاستیں دنیا بھر میں بکھری ہوئی تھیں۔ ان سب میں حبشہ کی حکومت کے عربوں سے قریبی تعلقات تھے۔ اس وقت مکہ ایک چھوٹی سی شہری ریاست کی حیثیت رکھتا تھا جبکہ مدینہ میں کوئی مرکزی انتظامیہ یا حکومت کا وجود نہ تھا۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق بدنظمی کا دور دورہ تھا خانہ بدوش قبائل پورے جزیرہ نما عرب میں مصروف سفر رہتے تھے۔[۲]

دین اسلام وہ واحد دین ہے جس کا نظام حیات دین و دنیا کی تفریق نہیں کرتا۔ دین اسلام عقائد اور عبادات کے درمیان تعلقات کا نظام پیش کرنے کے ساتھ ساتھ دنیاوی معاملات یعنی بندوں کے باہمی تعلقات کا نظام بھی عطا کرتا ہے۔ عقائد و ارکان کے بعد اخلاقیات و معاملات کا درجہ آتا ہے۔ عقائد ارکان کا تقاضا کرتے ہیں اور ارکان و اخلاق کے متقاضی ہوتے ہیں۔ سیاسی، اقتصادی اور تہذیبی نظام بھی اسلام نظام حیات کی تکمیل کے لیے ضروری ہیں۔ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی بعثت اسی لیے ہوئی تھی کہ کہ آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے دین اسلام کی ارتقا پذیر عمارت کی تکمیل ہو۔[۳]

ایمانیات اور ارکان و عبادات کی مانند رسول اکرم ﷺ نے اسلامی معاشرہ اور اس کے مختلف نظاموں کی تشکیل بھی مکہ مکرمہ کے اپنے قیام کے زمانے ہی میں شروع کردی تھی۔ مکی دور میں اسلام اور امت اسلامی کے

سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی نظریات نہ صرف واضح ہوئے تھے بلکہ انہوں نے عمل کی ٹھوس صورتیں بھی اختیار کرنی شروع کر دی تھیں۔ سماجی اور اقتصادی زندگی میں ماکولات و مشروبات، رہن سہن، لباس و وضع قطع، آداب نشست و برخاست اور دوسرے مظاہر نے مکہ اور قریش کی سماجیات و اقتصادیات سے امتیاز پیدا کر دیا تھا۔ بعثت نبوی کے پہلے سترہ برسوں میں اسلامی سیاسی نظام نے مکہ مکرمہ میں جو برگ و بار پیدا کیے تھے وہ مدینہ منورہ میں ابتدا ہی سے پروان چڑھنے اور پھل پھول لانے لگے۔ گرچہ مکہ مکرمہ میں قریشی سیاسی نظام کی بالادستی نے اسلامی نظام سیاست کو پوری طرح پھولنے پھیلنے نہ دیا تھا مگر مدینہ منورہ میں ایسی کوئی بالادستی نہ تھی اور اگر تھی تو اسلامی بالادستی تھی۔[۴]

تیرہ برس کی طویل اور شبانہ روز جدوجہد کے بعد آخرکار رسول اللہ ﷺ کو مدینہ ہجرت کرنا پڑی جہاں کم از کم بارہ (12) قبائل نے آپ ﷺ کی پکار پر لبیک کہا۔ آپ ﷺ نے ہر قبیلہ کا ایک نقیب مقرر کر دیا اور ان کے اوپر ایک نقیب النقبا کا بھی تقرر فرمایا۔[۵]

مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ نے دیکھا کہ مدینہ میں نہ صرف بدنظمی اور شورش کا دور دورہ ہے بلکہ وہ لوگ متمدن معاشرہ سے محروم زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تمام لوگوں کا ایک اجلاس بلوایا جس میں مسلمانوں کے علاوہ تمام یہودی، عیسائی اور بت پرست عرب بھی شریک ہوئے اور ان کے سامنے ایک ریاست کے قیام کی تجویز پیش کی تاکہ اندرون ملک نظم و نسق اور امن و امان کی فضا قائم کی جائے اور بیرونی حملہ آوروں کے خلاف دفاع کا ایک باضابطہ نظام قائم کیا جائے۔ اسے قبول کرنے والوں نے ایک دستاویز تیار کی جس میں حکمران اور عام لوگوں کے حقوق و فرائض کا باقاعدہ عین تعین کیا۔ یہ دستاویز مکمل شکل میں ہم تک پہنچی ہے اور یہ دنیا میں پہلے "تحریری ریاستی آئین" کی دستاویز ہے جو کسی حکمران نے پیش کیا جس میں سیاسی زندگی کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس میں خود مختاری اور آزادی، آبادی کے مختلف طبقات کے لیے مذہبی آزادی، نظام انصاف، سماجی تحفظ، دفاع، سفارت کاری، قانون سازی سمیت تمام معاملات شامل کیے گئے ہیں۔ غیر مسلم رعایا کو نہ صرف ذاتی معاملات میں آزادی حاصل تھی بلکہ انصاف قانون اور قانون سازی کے معاملے میں بھی وہ خود مختار تھے۔[۶]

شروع شروع میں ریاست مدینہ کا دائرہ عمل اس چھوٹے سے شہر تک ہی محدود تھا تاہم اس کی حدود میں بڑی تیزی سے توسیع ہوئی جس کی بڑی وجہ اسلام کا بڑی تیز رفتاری سے پھیلنا تھا۔[۷]

مدینہ منورہ کی شہری ریاست دس برس کے مختصر عرصہ میں ارتقا کی مختلف منزلیں طے کرکے ایک عظیم اسلامی ریاست بن گئی۔ جس کی حدودِ حکمرانی شمال میں عراق و شام کی سرحدوں سے لیکر جنوب میں یمن

وحضر موت تک اور مغرب میں بحرِ قلزم سے لیکر مشرق میں خلیج فارس و سلطنت ایران تک وسیع ہو گئیں اور عملی طور پر پورے جزیرہ نمائے عرب پر اقتدار نبوی ﷺ قائم ہو گیا۔[۸]

اولاً اسلامی ریاست کا نظم و نسق عرب قبائلی روایات پر قائم واستوار تھا تاہم جلد ہی وہ ایک ملک گیر ریاست اور مرکزی حکومت میں تبدیل ہو گئی۔ تاہم یہ عربوں کے لیے ایک بالکل نیا سیاسی تجربہ تھا کیونکہ قبائلی روایات اور بدوی فطرت کے مطابق وہ قبائلی سیاسی اکائیوں میں منقسم رہنے کے عادی تھے۔ یہ سیاسی اکائیاں آزاد اور خود مختار ہوتی تھیں جو ایک طرف قبائلی آزادی کے تصور کی علمبردار تھیں اور دوسری طرف سیاسی افراتفری اور اس کے نتیجہ میں مسلسل سیاسی چپقلش، فوجی تصادم اور علاقائی منافرت کی بھی ذمہ دار تھیں۔ عربوں میں نہ صرف مرکزیت کا فقدان تھا بلکہ وہ مرکزی اور قومی حکومت کے تصر ہی سے عاری تھے وہ کسی غیر کی حکمرانی تسلیم ہی نہیں کر سکتے تھے۔[۹]

(سوال یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ کی حکومت آمریت تھی یا جمہوریت تھی یا کسی اور نظام کی نمائندہ تھی؟ دیکھا جائے تو یہ آمریت تو ہر گز نہیں تھی کیونکہ آپ ﷺ ہر قسم کے معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرماتے تھے۔[۱۰]

آپ ﷺ کی حکومت جمہوریت بھی نہ تھی کیونکہ حتمی فیصلہ یا اختیار اعلیٰ کا تعلق عوام یعنی انسان نہیں اللہ کے پاس تھا کسی بھی معاملے پر پہلا رجوع قرآن سے ہوتا تھا جسے کوئی انسان تبدیل کر سکتا ہے نہ ردوبدل تاہم قرآن پاک میں کسی مخصوص معاملے پر واضح حکم نہ ہونے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ اپنی فہم وفراست اور دلائل کا سہارا لیکر فیصلہ فرماتے۔ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مورہ کرتے اور بعض اوقات تنہا غور وفکر کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ جاتے۔ آپ ﷺ نے بعض دیرینہ روایات کو بھی برقرار رکھا اور قابل اصلاح ہونے کی صورت میں اس میں مناسب تبدیلی کے بعد اسے جاری وساری رکھا۔[۱۱]

پھر کیا رسول اللہ کا نظام حکومت تھیو کریسی (اللہ کے اقتدار اعلیٰ پر مبنی) تھی۔ تھیوکریسی کی اصطلاح لفظاً دلکش ہے لیکن تاریخی پس منظر کے ساتھ اس کی ایسی اہمیت نظر نہیں آتی۔ قدیم یہودی تھیوکریسی میں ان کے سربراہ جو "منصف" کہلاتے تھے انہیں وحی کی صورت میں خدائی رہنمائی میسر تھی۔ اسلام میں یہ بات رسول اللہ ﷺ تک محدود تھی۔ جبکہ خلفاء کو یہ سہولت میسر نہ تھی۔[۱۲]

دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور (میثاق مدینہ)

معروف محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر حمیداللہ نے اپنی منفرد کتاب "The First Written Constitution" میں تحقیق اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ "میثاق مدینہ" دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے"۔[۱۳]

میثاق مدینہ اپنے نفس مضمون اور مافیہ کے اعتبار سے بھی اعلیٰ ترین دستوری و آئینی خصوصیات کا مرقع ہے۔ میثاق مدینہ میں وہ تمام بنیادی خصوصیات جو ایک مثالی آئین میں ہونی چاہئیں نظر آتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، رسول اللہ کی حاکمیت، سیاسی وحدت کا تصور، مقامی رسوم و قانون کا احترام، بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت، مذہبی آزادی کا تحفظ، اقلیتوں کا تحفظ اور خواتین کا تحفظ وغیرہ۔[۱۴] تاریخ ساز میثاق مدینہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصہ میں 32 دفعات ہیں اور دوسرے حصے میں 24۔[۱۵] پہلا حصہ مسلمانوں سے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتا ہے جب کہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات، حقوق و فرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔[۱۶] "میثاق مدینہ" میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی وضاحت کردی گئی ہے کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی، چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں " للمسلين دينهم ولليهود دينهم "ترجمہ" مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لیے یہودیوں کا دین ہے"۔[۱۷] مدینہ میں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔[۱۸] میثاق مدینہ کی دفعہ ۵۲ کے تحت یہود مدینہ اور انصار و مہاجرین (اسلامی برادری) ایک امت (سیاسی وحدت) متصور ہوں گے یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر[۱۹] اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی، بھائی چارگی اور رواداری کا اصول وضع ہوا نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہوسکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔[۲۰]

قانون سازی:

شعور لایا، کتاب لایا   وہ حشر تک کا نصاب لایا

مسلمانوں کے لیے ابتداء میں کوئی باضابطہ قوانین موجود نہ تھے۔ قرآن بتدریج نازل ہورہا تھا اس کا حکم یہ تھا کہ "ہر وہ چیز جائز ہے جسے قرآن اور اللہ کے رسول ﷺ نے منع نہیں کیا" رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں قرآن اور حدیث میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا اس لیے اسلامی قانون کے سرچشموں کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے۔

۱۔ ایسی مروجہ روایات جو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے الفاظ اور روح سے متصادم نہ ہوں۔ شک کی صورت میں رسول اللہ ﷺ سے رجوع کیا جاتا۔

۲۔ قرآن جس کے کسی لفظ کو کوئی انسان تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۳۔ مصدقہ فرامین اور سنت رسول اللہ ﷺ کو بھی عملی طور پر وہی مقام حاصل ہے جو قرآن کا ہے۔

۴۔ اجماع یا اتفاق رائے کا وجود رسول اللہ کی حیات مبارکہ میں نہ تھا۔ اس کی ضرورت بعد میں محسوس ہوئی۔[۲۱]

رسول اللہ کی حیات طیبہ کے دوران بلاشبہ قانون سازی سربراہ ریاست کی حیثیت سے آپ ﷺ کے ہاتھ میں رہی مگر آپ ﷺ کے خلفاء کے دور میں یہ روایت برقرار نہ رہی بلکہ اس کے برعکس "غیر سرکاری" فقیہہ اسلامی قوانین وضع اور "نافذ" کرتے رہے چاہے وہ سنی تھے، شیعہ تھے یا کوئی اور۔ اسلام میں نہ صرف نظام انصاف حکومت کا حصہ نہ تھا بلکہ قانون سازی کا عمل بھی حکومتی عمل دخل اور اثر سے آزاد رہا۔[۲۲] بقول مولانا الطاف حسین حالی:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا　　　اک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا

تنظیمی ڈھانچہ:

تنظیمی ڈھانچہ کے اعتبار سے نبوی حکومت کا نظم و نسق درجہ بدرجہ تین سطحوں پر قائم نظر آتا ہے۔

۱۔ مرکزی　　۲۔ صوبائی　　۳۔ مقامی

ریاست میں اقتدار و اختیار کا سرچشمہ ذات نبوی تھی کہ ان کے ہاتھ میں مرکزی حکومت کی باگ دوڑ تھی۔ مستعد کار گزاری کے لیے سربراہ حکومت اپنے کچھ اختیارات مرکزی، صوبائی اور مقامی حکام کو منتقل کردیتے تھے۔ تینوں سطحوں کے حکام کی تقرری و تبدیلی اور معزولی کا کلی اختیار سربراہ مملکت کو آئین الہیٰ کے مطابق بلاحجت و تکرار حاصل تھا۔ مرکزی انتظامیہ میں نائبین نبوی، مشیرانِ گرامی، کاتبین کرام، سفیران رسالت، عہدہ داران خاص اور شعراء و خطباء عظام کے علاوہ متعدد ثانوی کارکنان حکومت شامل تھے۔ مقامی نظم و نسق کی سطح پر شیوخ قبائل، مقامی منتظمین، نقیبان شہری نبوی، قضاۃ کرام اور افسران بازار شامل تھے۔[۲۳]

نائبین نبوی ﷺ:

سیاسی اور انتظامی اہمیت کے اعتبار سے پہلا مقام نائبین نبوی ﷺ کو حاصل ہے۔ مآخذ سے یہ اہم حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ جب کبھی اور کسی سبب سے مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جاتے تو اپنے پیچھے ایک جانشین (نائب خلیفہ) چھوڑ جاتے۔ روایات کے بعض فقروں سے یہ غلط فہمی کچھ حلقوں میں پیدا ہوگئی ہے کہ نائب رسول کا کام صرف نماز کی امامت کرنا تھا۔[۲۴]

عہد نبوی میں اس عہدہ پر کل ۳۲ تقرریاں کی گئیں جبکہ نائبین رسول کی کل تعداد صرف ۱۳ تھی۔ بعض خوش بخت صحابہ کرام کو یہ سعادت بار بار ملی تھی۔[۲۵] پہلے غزوہ ودان کے زمانے میں حضرت سعد بن عبادہؓ خزرجی کو اور اس کے بعد غزوہ بواط کے دوران حضرت سعد بن معاذؓ اوسی کو یہ عہدہ ملا تھا۔ مدت عہدہ پانچ دن سے لیکر تقریباً تین ماہ تک غزوات کی نوعیت کے مطابق مختلف رہی۔[۲۶]

مشیران نبوی ﷺ (شوریٰ):

سیاسی اہمیت اور انتظامی خصوصیت کے لحاظ سے دوسرا طبقہ عمال مشیروں پر مشتمل تھا۔ حکم الہیٰ بھی ہے[۲۷] اور سنت نبوی ﷺ بھی کہ اسلامی حکومت کے تمام امور مسلمانوں کے باہمی مشاورت سے طے کیے جائیں۔ حکموت نبوی کی ایک اہم خصوصیت شوریٰ بھی قرار دی گئی ہے۔[۲۸]

نبوی مشاورت اور مشیران کرام:

شوریٰ کی پہلی نبوی مثال تاریخی ترتیب کے مطابق ایک مذہبی معاملہ سے متعلق ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ہجرت کے معاً بعد نماز کے لیے بلانے کے طریقہ پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ متعدد رائیں دی گئی ں اور بالآخر فیصلہ مروجہ اذان کے کلمات پر ہوا جس کی رائے بہ اختلاف روایات حضرت عبداللہ بن زید انصاری اور عمرو بن خطاب عدوی قریشی کے علاو متعدد دوسرے اصحاب نے دی تھی۔[۲۹] مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جگہ کا انتظام صلاح و مشورہ کے بعد ہی ہوا تھا۔[۳۰] مواخاۃ کا نظام بھی طرفین کی مرضی اور باہمی مشاورت سے قائم کیا گیا تھا۔[۳۱]

جنگی مشاورت:

حربی امور کے ے سلسلہ میں مشوروں اور ان کے مشیروں کے اسماء گرامی کا ذکر خاصی صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ غزوہ بدر سے قبل جب قریش مکہ کی فوج کی آمد کی خبر ملی تو اسلامی شوریٰ منعقد ہوئی اور حضراب ابوبکر و عمر و مقداد بن عمر خزاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے مہاجرین میں سے اور حضرات سعد بن معاذ اوسی' سعد بن عبادہ خزرجی اور حباب بن منذر خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے انصار میں سے آپ ﷺ کے منصوبہ جنگ کی بھرپور حمایت کی۔[۳۲]

مآخذ سے واضح ہوتا ہے کہ جنگی معاملات میں اکثر وبیشتر حضرت حباب بن منذر خزرجیؓ کے مشورے کو شرف قبولیت ملتا تھا۔ چنانچہ بدر' خندق'' خیبر' اور طائف کے مواقع پر مسلم خیمہ گاہ کے سلسلے میں ان کی رائے حتمی سمجھی گئی۔ ایک مقوقع پر بشیر بن سعد خزرجی کی بطور امیر سریہ تقرری حضرت شیخین کے متفقہ مشورہ پر ہوئی۔[۳۳]

مشیروں کا تجزیہ:

مشیروں کے طبقہ عمال میں لگ بھگ پچاس صحابہ کرام کے اسماء گرامی ملتے ہیں جن میں بعض صحابیات بھی شامل ہیں۔ نبوی شوریٰ دراصل تمام مسلمانوں کے لیے اصولاً کھلی ہوئی تھی مگر آپ ﷺ عموماً مشورہ اہل رائے حضرات ہی سے لیتے تھے۔ اس میں مہارجین وانصار کے تمام اکابر صحابہ شامل تھے۔ زمانہ قبول اسلام کے لحاظ سے ان میں سابقین اولین بھی شامل تے۔ خاص بات یہ تھی کہ ان کی اکثریت جوانوں پر مشتمل تھی جبکہ بزرگوں میں سے صرف دو چار نام نظر آتے ہیں۔[۳۴]

کاتبین نبوی ﷺ:

حکومت نبوی کے انتظامی کارپردازوں میں کاتبین نبوی کو بڑی اہمیت حاصل تھی کہ وہ وحی الٰہی جو قانون اسلامی کا اولین و اہم ترین سرچشمہ تھا کے علاوہ معاہدات و خطوط و فرامین کے لکھنے والے اور نبوی انتظامیہ کے

سیکریٹری تھے۔ متعدد مورخین اور مصنفین کے یہاں ان کی تعداد مختلف ہے۔ کاتبین وحی میں حضرات عثمان بن عفان اموی، خالد بن سعید اموی، ارقم بن ابی ارقم مخزومی، علی بن ابی طالب ہاشمی، شرجیل بن حسنہ کندی اور عبداللہ بن سعد ابی سرح عامری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماء گرامی مکی عہد کے کاتبوں میں گنائے جاتے ہیں[۳۵]

مدنی عہد میں وحی کے کاتبین تو متعدد تھے مگر کاتب اعظم کا عہدہ حضرت ابیؓ بن کعب خزرجی اور ان کے نائب منصب حضرت زید بن ثابتؓ خزرجی کو ملا تھا۔ دوسرے بزرگوں میں مکی عہد کے بعض حضرات بھی شامل تھے ان کے علاوہ حضرات معاویہ بن ابی سفیان اموی، مغیرہ بن شعبہ ثقفی، علاء بن عقبہ، حنظلہ اسیدی، سجل اور ایک نامعلوم نصرانی نو مسلم کے علاوہ ابن خطل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نام بھی کاتبین وحی میں گنائے جاتے تھے۔[۳۶]

مخصوص معاملات کے کاتبوں میں حضرت حصین بن نمیر اور مغیرہ بن شعبہؓ شامل تھے جو خفیہ امور تحریر کرتے تھے۔ (۰۷) جبکہ حضرات زبیر بن عوام اور جہیم بن صلت صدقات و محاصل کے کاتب تھے۔[۳۷] حضرت حذیفہ بن یمان اراضی کی پیداوار کے اور حضرت شرجیل بن حسنہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے نام فرامین رسالت کے کاتب تھے۔[۳۸]

سفیران نبوی ﷺ :

سفیران نبوی کا طبقہ حکام نبوی ﷺ حکمت عملی اور انتظامیہ کا ایک اہم حصہ تھا۔ ان کے ضروری اوصاف حکمت وفراست، دیانت وامانت، طلاقت و فصاحت اور شخصیت و جاذبیت تھے۔ موقع و محل کی موزونیت بھی ایک اضافی صفت تھی۔ دور جدید کے ایک عرب عالم کتّانی نے نبوی سفریوں کو ان کے کاموں اور فرائض کی نوعیت کے لحاظ سے مختلف طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ چنانچہ کچھ سفیر تبلیغ اسلام کے لیے بھیجے تھے تھے تو کچھ دوسرے صلح کے معاہدے کرنے کے لیے۔ بعض نہ لوگوں کو امان دی تھی تو بعض دوسروں نے غیر ممالک سے مسلم طبقات کی واپسی کا انتظام کیا تھا۔ بعض نے تحائف پہنچائے تھے تو بعض نے دوسروں نے کافروں کو ان کے کفر کے برے نتائج سے آگاہ کیا تھا۔[۳۹]

تاریخی ترتیب کے لحاظ سے اسلامی سفیروں کی پہلی تقرری عسکری یا نیم عسکری مہموں کے زمانے سے شروع ہوتی ہے سب سے پہلے حضرت عمر بن خطابؓ کی تقرری کا ذکر غزوہ بدر کے ضمن میں ملتا ہے جب کہ انے وں نے قریش کو جنگ سے باز رہنے کی دعوت دی تھی۔[۴۰]

کل سفیران نبوی ﷺ جن کے نام کتب تاریخ و سیر میں اب تک مل سکے ہیں انتالیس 39 ہیں جبکہ ان کی کل تقرریوں کی کل تعداد تینتالیس 43 ہے۔ یعنی بعض حضرات نے ایک سے زیادہ مرتبہ یہ خدمت انجام دی تھی۔

مخصوص افسران نبوی ﷺ :

کچھ انتظامی امور کو انجام دینے اور بعض احکام شریعت کو نافذ و جاری کرنے کے لیے رسول اکرم ﷺ نے چند مخصوص افسروں کو بھی مقرر فرمایا تھا۔ یہ خدمت بھی عارضی نوعیت کی تھی اور سراسر رضاکارانہ۔ اس ضمن میں سب سے مشہور واقعہ حضرت سعد بن معاذؓ اوسی کے بنو قریضہ کے معاملہ میں حکم بنائے جانے کا ہے۔ (41) بہر کیف بارہ (۲۱) معلوم افسران خصوصی میں سے تین کا تعلق قریش کے بطون ہاشم، تیم اور عدی سے تھا جبکہ خزرج کا کوئی فرد شریک نہیں تھا البتہ اوس کے چار حضرات کو یہ شرف نصیب ہوا تھا۔ بقیہ قبائل میں ازد، اسلم اور عظفان کے افراد تھے اور دو کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ قریشی افسران سابقین اولین میں سے تھے جبکہ بقیہ کا تعلق مدنی عہد سے ہے۔ البتہ بہ اعتبار عمر سب کا تعلق جوانوں کے طبقہ سے تھا۔ [۴۲]

شعراء و خطباء:

قرون وسطیٰ کے عرب میں شعر و خطابت کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا کہ وہ ابلاغ و ترسیل کے دو طاقتور اور مؤثر ترین ذرائع تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے اسی سبب سے شعراء و خطباء کی صلاحیتوں کو اسلام اور ریاست کے مفادات کے تحفظ کے لیے استعمال کیا تھا۔ خطابت تو خود جناب رسول اکرم ﷺ کی ایک ذاتی صفت تھی تاہم ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس خزرجی سے بھی یہ خدمت لی تھی۔ دربار رسالت کے مشہور و معروف شاعر حضرت حسان بن ثابتؓ رہے ہیں۔ [۴۳]

حاجب و آذن:

بعض ایسے کارکنوں کا ذکر ملتا ہے جن کا کام ذات رسالت کے دولت کدہ کی دربانی تھی۔ یہ خدمت حضرات عویم بن ساعدہ اوسی، رباح اسود حبشی، عنبر، ابو موسیٰ اشعری اور عین بن مالک خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک آدھ بار انجام دی تھی۔ جبکہ آپ کے مستقل دربان، حاجب اور آذن (اجازت نبوی حاصل کرنے والے) حضرت عبداللہ بن زمعہ اسدی قریشی تھے جو اواخر مدنی عہد میں مسلمان ہو کر مدینہ آگئے تھے اور مستقل دربانی کا فرض مسلسل انجام دیتے تھے۔ حضرت رباح اور عنبر رسول اللہ ﷺ کے موالی تھے اور مکی عہد کے مسلمان جبکہ حضرت عویم ابتدائی مدنی عہد کے مسلم تھے اور بقیہ اواخر مدنی عہد کے۔ تاہم ان سب کا تعلق جوانوں کے طبقہ سے تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ دربانی راضاکارانہ تھی اور وہ ذات رسالت مآب ﷺ کے درمیان حجاب نہ تھی بلکہ عوامی رابطہ اور پل کا کام انجام دیتی تھی۔ [۴۴]

صوبائی انتظامیہ گورنر/امیر:

صوبائی انتظامیہ میں سب سے اہم فعال اور صاحب اقتدار طبقہ والیوں (گورنروں) کا تھا جو اپنی ولایات (صوبوں) میں مکمل خود مختاری اور تمام فوجی، مالی، انتظامی اور مذہبی اختیارات رکھتے تھے اور اگر کوئی قدغن ان کے اختیار پر تھی تو وہ کتاب الہیٰ اور فرامینِ نبوی ﷺ کی تھی کہ اس سے کسی مسلم حاکم کو مفر نہ تھا۔[۴۵]

صوبائی منتظمین کا تقرر مدینہ منورہ سے کافی مسافت پر واقع علاقوں کی فتح کے بعد عمل میں آیا تھا اور ان میں سب سے پہلے خیبر، وادی القریٰ، اور قریٰ عربیہ کے علاقے تھے جن کے بالترتیب گورنر (والی) سواد بن غزیہ خزرجیؓ، سعید امویؓ یزید بن ابی سفیانؓ اموی، اور عبداللہؓ (حکم) بن سعید اموی تھے۔[۴۶]

وسطی عرب خاص کر مکہ مکرمہ کے قرب وجوار کے علاقے میں طائف، دبا اور جدہ کی ولایات کا واضح ذکر ملتا ہے جن کے گورنر بالترتیب حضرات عثمان بن ابی العاص ثقفی، حذیفہ بن یمان اردی اور حارث بن نوفل ہاشمی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔[۴۷]

اختیارات ومدت تقرری:

حکومت نبوی ﷺ کے اسفر ان میں والیوں یا گورنروں کا طبقہ اپنی انتظامی کارکردگی اور وسیع اختیارات کے سبب اہم ترین تھا۔ شہری نظم ونسق کے اس شعبہ کے تمام کارکنوں کا تقرر مستقل بنیادوں پر ہوتا تھا۔ چنانچہ والیوں کی غالب اکثریت عہد نبوی کے اواخر تک اپنے اپنے مناصب پر فائز رہی بلکہ ان میں سے بعض تو خلافت صدیقیؓ اور خلافت فاروقیؓ تک بحال رہے۔ عہد نبوی ﷺ میں ان کے عہدہ کی مدت تین ماہ سے چار سال تک نظر آتی ہے۔ بعض گورنروں کو معزول یا تبدیل بھی کیا گیا۔ ان میں سے مکہ، نجران اور جرش کے پہلے گورنروں کی تقرری عارضی یا مختصر مدت کے لیے تھی جبکہ ان کے جانشینوں کی تقرری مستقل تھی۔ بحرین کے گورنر حضرت علاء بن حضرمی کے بارے میں روایات کا اختلاف ہے بعض سے ان کی معزول کی اندازہ ہوتا ہے اور ان کی جگہ حضر ابان بن سعید امویؓ کی تقرری کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن صحیح وہ روایات معلوم ہوتی ہے جس کے مطابق دونوں حضرات بحرین کے دو الگ الگ علاقوں کے حکمراں تھے۔[۴۸] ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان گورنروں کو ان کی خدمات کے صلہ میں تنخواہیں بھی ملتی تھیں۔[۴۹]

ولاۃ نبوی کا قبائلی اور علاقائی تجزیہ خاصی اہمیت کا حامل ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی عزل ونصب کی پالیسی کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ کل والیوں کی تعداد بتیس (۲۳) تھی۔ جن میں سے قریش کے بارہ (۲۱) افراد تھے۔ قریش ولاۃ میں سب سے زیادہ یعنی سات (۷) کا تعلق بنو امیہ کے مختلف خانوادوں سے تھا۔ بلاذری نے اپنی روایت میں صراحت کی ہے کہ وفات نبوی کے وقت چار اموی گورنر اپنے عہدوں پر فائز تھے۔ جہاں تک ان گورنروں کے زمانہ قبول اسلام کا تعلق ہے تو بتیس افراد میں سے صرف پانچ (۵) کو سابقین اولین کے زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے جبکہ آٹھ (۸) دوسرے ہجرت سے کچھ قبل یا کچھ بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے اور بقیہ نے کافی

تاخیر سے اسلام قبول کیا تھا۔ ان میں سے سات صلح حدیبیہ سے کچھ پہلے یا اس کے معاً بعد زمانے کے مسلمان تھے باقی فتح مکہ کے زمانے میں مسلمان اور طلقاءِ مکہ میں سے تھے۔[۵۰]

مقامی انتظامیہ:

مرکزی اور صوبائی انتظامیہ کے جائزہ کے بعد مقامی انتظامیہ کا درجہ آتا ہے جو دراصل عرب کی قبائلی سرداری کے اصولوں پر قائم تھا۔ عملاً مقامی انتظام و انصرام کی ذمہ داری ہر رئیس و شیخ قبیلہ کی ہوتی تھی جو مختلف ماتحت بطون اور خاندانوں کے شیوخ کے ساتھ مل کر علاقہ و قبیلہ کا نظم و نسق چلاتا تھا۔ قبائلی شیوخ کا تقرر بنیادی طور سے ان کا اپنا داخلی معاملہ تھا لیکن اس کی منظوری اور تصدیق دربار رسالت ﷺ سے بھی ضروری تھی۔ کبھی کبھی آپ ﷺ از خود کسی قبیلہ یا بطن یا گروہ کا سردار مقرر کر دیتے تھے اور اس پر کسی نے دخل اندازی کا الزام نہیں لگایا اور کسی طرح کی نکیر نہیں۔[۵۱]

مقامی منتظمین اور شیوخ قبیلہ "ریگ کے ذرات یا آسمان کے ستاروں" کے مانند بے شمار تھے۔ ان میں سابقین بھی تھے اور متوسطین و متاخرین بھی۔ جواں بھی تھے اور ادھیڑ عمر اور بوڑھے بھی۔ یعنی ہر طبقہ و عمر کے افراد ان میں شامل تھے۔ جنہوں نے مختلف اوقات میں اسلام قبول کیا تھا۔ انہیں مقامی منتظمین میں شہر مدینہ کے نقیبوں کی تعداد شروع میں بارہ تھی جن میں سے نو خزرج اور تین اوس کے تھے۔ بعد میں بعض کی وفات کے بعد ان کے جانشینوں کو مقرر کیا گیا ماخذ سے ان کی تعداد اٹھارہ (۱۸) معلوم ہو سکی۔ ان میں سے خزرج کے بارہ افراد تھے جبکہ بقیہ اوس سے تعلق رکھتے تھے۔[۵۲]

عدلیہ/قضا و قضاۃ:

قرون وسطیٰ میں قضا یا قاضی کا عہدہ انتظامیہ کا ہی جزو سمجھا جاتا تھا چنانچہ اکثر و بیشتر حاکمِ علاقہ عدلیہ کا افسر اعلیٰ بھی ہوتا تھا۔ اس حیثیت سے رسول اکرم ﷺ اسلامی ریاست کے قاضی القضاۃ یا چیف جسٹس بھی تھے۔ مرکز میں آپ ﷺ کے علاوہ حضرات عمرؓ، علیؓ، معاذ بن جبلؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، زید بن ثابتؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ، عقبہ اور معقل بن یسارؓ کے اسماء گرامی قاضیان و مفتیان شہر میں گنائے جاتے ہیں۔ صوبائی گورنروں خاص کر حضرت معاذ بن جبل خزرجی کے بارے میں بڑی صراحت کے ساتھ یہ بیان ملتا ہے کہ ان کو قاضی کے اختیارات بھی حاصل تھے۔[۵۳]

حضرت معاذ و بن جبلؓ یمن کے قاضی مقرر ہوئے۔ روانگی سے قبل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا "فیصلے کیسے کرو گے؟"، "اللہ کی کتاب کے مطابق"، انہوں نے جواب دیا "اور اگر وہاں وہ مسئلہ نہ ہوا؟"

"پھر اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی سنت سے رہنمائی حاصل کروں گا۔"

"اور اگر وہاں سے بھی کوئی مثال نہ ملی ؟"

"پھر میں اپنی فہم کو استعمال کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھوں گا۔" (بہتر فیصلہ کے لیے)

"تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اپنے پیغمبر کو ایک ایسی چیز کا اختیار عطا کیا ہے جو اس کے لیے خوشی کا باعث ہے"۔

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اپنے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو نظام عدل کے بارے میں جو ہدایات دی تھیں انہیں دور حاضر کے ایک مسیحی ماہر قانون نے " ناقابل یقین حد تک جدید دور سے ہم آہنگ " قرار دیا۔[۵۴]

دوسرے عمال:

مقامی منتظمین میں بازار کے افسران کا ذکر بھی ملتا ہے جو خاصی اہمیت کا حامل ہے۔ شہر مدینہ اور دوسرے بازاروں میں رسول اکرم ﷺ کا اختیار واقتدار بطور سربراہ مملکت کے قائم تھا۔ تاہم آپ ﷺ نے شہر مدینہ کے لیے ایک مخصوص افسر بازار کا تقرر کیا تھا اور وہ حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ ابن سعد کے بیان کے مطابق فتح مکہ کے فوراً بعد بنو امیہ کے خاندان سعیدی کے ایک فرد حضرت سعید بن سعید اموی کو مکہ کے بازار کا افسر مقرر کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ طائف کے محاصرہ کے دوران شہید ہو گئے تھے تاہم ان کی تقرری سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی ہے کہ ان کے بعد ان کا جانشین یقینا مقرر کیا گیا ہوگا۔ اس شعبہ میں اگر ایک افسر سابقین اولین میں سے تھا تو دوسرا متاخر مسلمانوں میں سے۔ عمر کے اعتبار سے دونوں کا شمار جوانوں میں کرنا چاہیے۔ حضرت عمرؓ کی مثال سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ افسر مستقل ہوتے تھے اور ان کو اس خدمت کا غالباً کچھ صلہ اور معاوضہ بھی ملتا تھا۔[۵۵]

جب تک معاشرہ خونی رشتوں کی بنیاد پر قائم قبیلوں پر مشتمل تھا تو قبیلے کے سردار ہی فطری اور بااختیار ترجمان سمجھا جاتا تھا تاہم یہ نظام وقت کے ساتھ شکست وریخت کا شکار ہونے لگا اور اس کی جگہ نئے اتحاد اور ادارے وجود میں آنے لگے۔ اس حوالے سے "تجاوزات" کا آغاز ہجرت سے ہوا۔ مدینہ میں مہاجرین کی عددی طاقت کم تھی اور ان کا تعلق بھی مختلف قبائل سے تھا۔ ان میں بعض غیر عرب بھی تھے۔ مثلاً حضر بلالؓ حبشی اور حضرت صہیبؓ رومی، حضرت خباب بن الارث عراقی اور اسی طرح بعض دوسرے صحابہ کرامؓ جن کا تعلق سرزمین عرب سے نہیں تھا۔ تاہم شہری ریاست اور سوشل سیکوریٹی کا نظام تشکیل دیتے وقت ان سب کو ایک قبیلہ یعنی مہاجرین کا فرد شمار کیا گیا جو ایک کثیر النسلی قبیلہ بن گیا جس میں نسل اور زبان کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اسلام ایسے ہی نظام کا داعی ہے جو بہت جلد وجود میں آگیا لیکن یہ محض آغاز تھا۔ جلد ہی " معاقل " (سوشل سیکورٹی) کے یونٹوں کی تشکیل پیشوں کی بنیاد پر ہونے لگی۔[۵۶]

شہروں کی آبادکاری کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی ایک ہدایت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ شہر کی گلیاں اتنی کھلی رکھو کہ دو اونٹ ساز وسامان سمیت آسانی سے ایک دوسرے کے پاس

سے گزر جائیں۔ بازاروں کو بڑی اہمیت دی جاتی اور رسول اللہ ﷺ خود ان کا معائنہ فرماتے اور دھوکہ دہی کی روک تھام کرتے۔ بازار کے معائنے کے لیے انسپکٹر بھی مقرر تھے۔ ابن حجر نے رسول اللہ ﷺ کے دور مسعود میں خاتون انسپکٹر کی تعیناتی کا بھی ذکر کیا ہے۔ مال ذخیرہ کرنے اور کاروبار میں غلط بیانی کی سخت ممانعت تھی اور سزا دی جاتی تھی۔ درامدی سامان پر ڈیوٹی عائد کی جاتی تھی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے درآمدی سامان پر رسول اللہ کے دور کا عائد ٹیکس کم کر دیا تھا تاکہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کو کم کیا جاسکے۔ غیر مسلم تاجروں پر مسلمانوں کی نسبت دوگنا درآمدی ٹیکس عائد تھا۔ اس امتیاز کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں پر بہت سی پابندیاں لاگو تھیں۔ اس کے علاوہ مسلمان اپنی بچتوں پر ٹیکس ادا کرتے تھے جس سے غیر مسلم مستثنیٰ تھے۔[۵۷]

اسلام کی تبلیغ:

رسول اللہ ﷺ کا مشن اسلام کی تبلیغ تھا۔ سیاسی نظام کی تشکیل بذات خود مقصد نہیں تھا بلکہ اسلام کو دشمنوں سے تحفظ فراہم کرنے کا ذریعہ تھا۔ جب ریاست کی تشکیل عمل میں آگئی تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا بھر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے ذرائع کی تلاش شروع کردی۔ آپ ﷺ کے کام کی بنیاد دوسروں کو قائل کرکے قبول اسلام پر آمادہ کرنے پر تھی اور کسی مرحلے پر آپ ﷺ نے کسی پر اسلام کو ٹھونسا نہیں۔ اس ضمن میں آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تبلیغی خطوط بھی لکھے اور اہیں اسلام کی دعوت دی۔ ان میں شاہ روم، شاہ فارس کے علاوہ، حبشہ، مصر، عمان، عراق کے حکمرانوں کو نامہ مبارک ارسال فرمائے۔ اس قسم کی سرکاری سرگرمیوں کی تفصیل میں جائے بغیر یہ حقیقت پوری طرح آشکار ہے کہ اسلام میں مسجد اور قلعہ کو ایک دوسرے سے الگ نہیں رکھا گیا کہ اسلام کا تو نظریہ ہی یہی ہے کہ "اس دنیا میں بھی اچھائی اور دوسری دنیا میں بھی اچھائی۔ (فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ)۔ سربراہ مملکت نظام کی امامت بھی کرواتا ہے، وہ فوج کا سالار بھی ہے اور عدالت کا قاضی بھی ہے اور ایک پہلو کی طرف اس کی توجہ سے دوسرا پہلو متاثر نہیں ہوتا کیونکہ ایک ہی شخص مذہبی اور سیاسی معاملات کا نگران ہے۔[۵۸]

فوجی تنظیم/دفاع:

ریاست کے اہم ترین فرائض میں قومی و دفاع کا نظام قائم کرنا بھی ہے۔ ابتداء میں تو یہ کام رضاکاروں کا ہی ذمہ داری تھی اور چونکہ رسول اللہ نے اسے فرض قرار دیا تھا اور اس کے بدلے میں اللہ کی طرف سے بے بہا انعامات کی نوید دی تھی اس لیے آپ ﷺ کو رضاکارانہ لڑنے والوں کو کبھی کمی نہیں ہوئی لیکن بعد کے برسوں میں رسول اللہ ﷺ نے ایک مستقل فوج کے قیام کی ضرورت محسوس کی۔[۵۹]

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی نظریاتی طاقت قرآن حکیم اور حدیث نبوی ﷺ کے عظیم سرچشموں سے ابھری تھی اور اخلاقی توقت اسلامی نظام کی حکمت بالغہ سے [۶۰] اس کے قیام و استحکام میں مادی طاقت کی

ضرورت تھی۔[61] جسے فوجی قوت کی شکل میں رسول اللہ کی حکیمانہ پالیس نے وجود بخشا۔ اس لیے اسلامی ریاست اور نبوی حکومت دونوں کے قیام، ارتقائ، اور تکمیل میں کلیدی کردار آپ ﷺ کی عسکری تنظیم اور فوجی محکمے نے ادا کیا تھا۔[62]

نبوی عسکری نظام میں جن افسروں اور کارکنوں کو مقرر کیا گیا تھا ان میں سرایا کے امیر، جیش نبوی کے سالار، حرس کے افسر و کارکن، معسکر یا خیمہ گاہ کے سالار، عرض و معائنہ کے نگران و مہتم، خیل یا شہسوار فوج کے کماندار، صوبائی فوج کے سپہ سالار، اسلامی افواج کے علم بردار، طلیعہ یا گشتی دستوں کے افسر و سپاہی، جاسوس و نگراں، راہبر و دلیل، اموال غنیمت کے افسر، اسلحہ و ہتھیار کے نگراں اور محافظِ جسم و دستوں کے سالار شامل تھے۔[63] مختلف فوجی افسروں اور سالاروں کی تقرری جن بنیادوں پر ہوتی تھی اور ان کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ کی جو حکمت عملی اور پالیسی تھی وہ اس کے تاریخی ارتقاء کے تجزیہ سے واضح ہوتی ہے۔

تعلیم:

وحی کا آغاز ہی ”پڑھنے“ کے حکم سے ہوا۔ اس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے مسلمان مردوں اور عورتوں کو تعلیم دلانے پر قدرتی طور پر توجہ دی گئی۔ ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں لکھا ہے کہ ”جب قرآن کا کوئی حصہ وحی کی صورت میں نازل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اسے مردوں کے اجتماع میں تلاوت فرماتے اور پھر الگ سے عورتوں کے اجتماع میں اس کی تلاوت کرتے“۔ اس طرح یعنی مردوں اور عورتوں کے لیے تعلیم کا یکساں نصاب تھا۔ ہجرت مدینہ کے فوری بعد آپ ﷺ نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ مسجد کی تعمیر تھا جس میں اصحاب صفہ قیام پذیر ہوتے تھے اور یہ اسلام کی پہلی اقامتی یونیورسٹی تھی۔ ہر مسجد مدرسہ بن گئی اور صرف مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں نو مساجد کی موجودگی کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔ طبری کی یہ روایت بھی قابل ذکر ہے کہ ”یمن کے لیے ایک تعلیم کا انسپکٹر جنرل بھیجا گیا جو ایک دوسرے ضلع تک مصروف سفر رہتا اور اس دوران نہ صرف تدریسی فرائض سرانجام دیتا بلکہ تعلیمی ادارے بھی قائم کرتا۔“[64]

رسول اللہ ﷺ کی جانشینی:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت کوئی صاحبزادہ آپ ﷺ کی وراثت سنبھالنے کے لے موجود نہ تھا صرف صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اس لیے آپ ﷺ کی جانشینی کے مسئلہ پر بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پریشان تھے۔ اگر آپ ﷺ کے کوئی صاحبزادے زندہ ہوتے تو شاید آپ ﷺ کے جانثار بغیر کسی ہچکچاہٹ اور پریشانی کے انہیں ہی آپ ﷺ کا جانشین بنادیتے اور مسلمانوں میں بھی خاندانی حکومت کو قانونی حیثیت حاصل ہو جاتی۔ جہاں تک صاحبزادی کا تعلق ہے قرآن نے عورت کی حکمرانی کی ممانعت نہیں کی اور بہت سے متقی مسلمان فقہا نے ملکہ سبا کا حوالہ بھی دیا ہے جو قرآن کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تھی۔[65] قبیلہ غطفان کی ام قرفہ اور ام زمل اور قبیلہ تمیم کی سجاح خاتون

سرداروں کی معرف مثالیں ہیں۔[۶۶] خود رسول اللہ ﷺ نے اُم ورقہ کو جو حافظہ قرآن تھیں مدینہ کی ایک مسجد میں امام مقرر کیا تھا جہاں وہ مرد و خواتین مقتدیوں کی امامت کرواتی تھیں۔(۶۷) تاہم رسول اللہ ﷺ عورت کی حاکمیت اعلیٰ کے حق میں نہ تھے۔اپنے وصال سے کچھ عرصہ قبل جب آپ ﷺ کو علم ہوا کہ ایرانیوں نے عورت کو حکمران بنالیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا" جو قوم اپنے معاملات عورت کے سپرد کردے وہ فلاح نہیں پائے گی"[۶۸]

رسول اللہ ﷺ کے قریب ترین مرد رشتہ دار آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ تھے جبکہ حضرت علیؓ سمیت متعدد عم زاد موجود تھے۔اسلامی قانون وراثت کے مطابق چچا کو وراثت ملتی ہے جبکہ چچا کے بیٹوں کو نہیں ملتی۔جب رسول اللہ ﷺ مرض الموت میں مبتلا تھے تو آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جانشینی کے مسئلے پر کوئی وصیت نہیں کی۔آیئے ہم جا کر آپ ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاسی قیادت ہمارے رہنی ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے اور اگر نہیں تو ہم آپ ﷺ کی وصیت کے گواہ بن جائیں گے لیکن حضرت علیؓ نے انکار کر دیا اور صاف الفاظ میں کہا" میں نہیں جاؤں گا اس لیے کہ اگر آپ ﷺ نے انکار فرمادیا تو کوئی شخص بعد میں ہمیں یہ لینے نہ دے گا"[۶۹]

حضرت عباسؓ کی ذاتی خواہش نہیں رکھتے تھے مگر وہ سیاسی ذہن کے آدمی تھے۔اس واقعہ کے چند روز بعد رسول اللہ ﷺ دنیا سے پردہ فرماگئے تو حضرت عباسؓ نے فوراً ایک بار پھر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور کہا"تم رسول اللہ ﷺ کے جانشین ہونے کا اعلان کر دو میں تمہاری بیعت کروں گا۔دوسرے میرے پیچھے آجائیں گے۔"[۷۰] حضرت علیؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا اور یکطرفہ ذاتی فیصلہ دوسروں پر ٹھونسنے کی بجائے چاہا کہ مسلمانوں کے عام اجتماع میں اس کا فیصلہ کیا جائے۔ان کا خیال تھا کہ ان کی جانیشنی پر کوئی اعتراض نہیں اٹھائے گا۔ دوسری طرف انصار مدینہ میں بھی اس مسئلے پر زور دار بحث جاری تھی مگر وہاں اوس و خزرج کی دیرینہ عداوت بھی کام دکھا رہی تھی اور کوئی فریق نہیں چاہتا تھا کہ خلافت دوسرے کے پاس چلی جائے۔تاہم خزرج جو قوت اور تعداد کے اعتبار سے بااثر تھے،کے اکابرین ثقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور اس بات پر غور جاری تھا کہ کس طرح دوسرے فریقوں کو ان کے امیدوار کی حمایت پر آمادہ کیا جائے۔[۷۱] ثقیفہ بنی ساعدہ کی سرگرمیوں کی اطلاع اوس کے ایک شخص نے حضرت ابوبکرؓ کو دی جنہوں نے اسے بری سنجیدگی سے لیا۔[۷۲] اور دوسرے اکابر صحابہؓ کو ساتھ لینے کا انتظام کیے بغیر حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کو ہمراہ لیکر جو اس وقت ان کے پاس ہی تھے ثقیفہ بن ساعدہ چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جا کر اس سے قبل کہ کوئی انہیں کچھ کہتا اپنا تعارف کرایا۔ انصاف نے خلافت پر اپنا حق جتلایا اور اس کے حق میں دلائل پیش کیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر خلیفہ اہل مکہ میں سے نہ ہوا تو عالم عرب میں اسے احترام حاصل نہ ہوگا۔اس پر انصار نے تجویز پیش کر دی کہ" ایک امیر تم میں سے اور ایک امیر ہم میں

سے "[۷۳] اس تجویز پر انصار میں بھی اتفاق نہ تھا اور یہ مسترد کر دی گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا میں آپ کے سامنے دو نام تجویز کرتا ہوں آپ ان میں سے ایک کا انتخاب کر لیں۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر حیران رہ گئے۔ وہ فوراً اٹھے اور کہا "نہیں میں اس قابل نہیں بلکہ ابوبکرؓ اس کے لیے موزوں ترین ہیں اور آیئے ہم ان کی بعیت کر لیں۔" انہوں نے چاہا کہ حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کریں مگر انصار کی صفوں سے شور اٹھا کہ "نہیں نہیں پہلے مجھے کرنے دو پہلے مجھے کرنے دو"

حضرت ابوبکرؓ تو محض معاملہ ملتوی کرانے آئے تھے فیصلہ کرنے نہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے جسد مبارک کی تدفین کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور ان کو بتایا کہ کس طرح اور کن حالات میں انہیں ان کی مرضی کے خلاف منتخب کر لیا گیا ہے۔[۷۴] اس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول کہلائے۔ پھر ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ ثانی، حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ثالث جبکہ حضرت علیؓ خلیفہ چہارم منتخب ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے: " تم پر میرے طریقہ اور میرے بعد خلفائے راشدین کی پیروی لازمی ہے"[۷۵]

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہے کسی ایک کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔"

خلفاء اسلامؓ، نبوی ذمہ داریوں کے وارث:

حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ رہا۔ میں نے خود سنا کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ نبی مکرم رسول معظم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"كانت بني إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي وإنه لا نبي بعدي، وسيكون خلفاء فيكثرون، قالوا: فما تأمرنا؟ قال: فوا ببيعة الأول فالأول، أعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم"

" بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔ "[۷۶]

بنی اسرائیل کے انبیاء اپنی قوموں کے پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی قائد بھی تھے، جب ایک نبی دنیا سے تشریف لے جاتے تو دوسرے نبی ان کی جگہ آ جاتے جیسے حضرت موسیٰؑ کی جگہ حضرت یوشع بن نونؑ نے لی، بنی اسرائیل میں یہ تسلسل چلتا رہا۔ جناب نبی کریم ﷺ بھی اسی طرح اپنی قوم کے سیاسی قائد تھے، رسول اللہ ﷺ نہ صرف امتِ مسلمہ کے قائد تھے بلکہ آپ نسلِ انسانی کے بھی سب سے بڑے سیاسی قائد تھے۔ رسول اللہ

ﷺ نے اس حدیث میں یہ بات فرمائی "لا نبی بعدی" کہ پہلے انبیاء میں تو تسلسل تھا اور نبوت جاری تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ سوال یہ ہوا کہ جب آپ ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں آئے گا تو یہ خلا کون پُر کرے گا، آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اس لیے آپ ﷺ کے بعد سیاسی قیادت کا مسئلہ کیسے حل ہوگا؟ پھر آپ نے فرمایا "**فسیکون بعدی خلفاء**" کہ میرے بعد یہ منصب اور ذمہ داری خلفاء نبھائیں گے، یعنی میرے بعد خلافت کا نظام ہوگا اور خلفاء کا سلسلہ ہوگا جو نبوی ذمہ داریوں کو سنبھالیں گے۔[۴۷]

حاصل کلام:

جناب نبی کریم ﷺ کی سیرت اس قدر جامع ہے کہ اس میں انسانی زندگی کے ہر کردار کا نمونہ ملتا ہے۔ آپ ﷺ امین، حکم و منصف، تاجر، محتسب اعلیٰ، ماہر معاشیات و اقتصادیات، حقوق انسانیت کے محافظ، مبلغ، سپہ سالار، قاضی، جج، سیاسی لیڈر، سفارت کار، منتظم علیٰ، سید الامام، خطیب، مدرس، معلم، مزکی و مربی جوامع الکلم، ماہر اخلاقیات، رحمتہ للعالمین، خاتم النبیین، تصور تو کیجئے کہ کون سا میدان اور کون سا پہلو ہے، جہاں یہ محسوس ہو کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں نمونہ نہیں مل سکتا۔؟

یہ انسانی زندگی کے ان اہم کرداروں میں سے چند کا ذکر ہے جو جناب نبی کریم ﷺ نے نبھائے۔ پھر ایسا بھی نہیں تھا کہ حضور ﷺ ایک شعبے میں اچھے تھے اور دوسرے شعبے میں خدانخواستہ کمزور تھے، رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر تھے اور افضل الانبیاء تھے اللہ تعالیٰ نے جو شعبہ بھی حضرت محمد ﷺ کے سپرد کیا اس میں رسول اللہ ﷺ کی کارکردگی کا معیار انتہا پر تھا۔

عروج کا دور چھ سو سال پر محیط ہے۔ دور خلافت راشدہ، دور بنی امیہ اور دور بنی عباس تک پھر اصل دبدبہ، مرکزیہ اور خالص عربی عروج کا تین سو سالہ دور آیا۔ زوال کا چار سو سال کا دور اول بغداد کی تباہی کے ساتھ خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا، پھر ترکان سلجوقی ترکان صفوی، تیموری اور عثمانی کے ہاتھوں عظیم سلطنتوں کی بنیاد پڑی۔ ترکان عثمانی جنوبی ایشیا شمالی افریقہ اور مشرقی یورپ میں چھاگئے پھر زوال آیا عالم اسلام اور خلافت اسلامیہ کا چراغ گل ہوگئے اور پورا عالم اسلام یورپی اقوام کی براہ راست یا بالواسطہ غلامیں چلاگیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: " وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم "ترجمہ: "اگر تم پیٹھ دکھا دوگے تو اللہ تمہاری جگہ کسی اور قوم کو لے آئے گا۔"[۴۸] (القران/سورہ محمد/سورہ نمبر ۴۷/آیت نمبر ۳۸)

اگر ہم خلافت علیٰ منہاج نبوت کا احیاء چاہتے ہیں تو ہمیں مغرب کے ریاستی ڈھانچے سے یکسر منہ موڑنا ہوگا اور حکمرانی کے اس تصوراتی فریم ورک سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا ہوگا جو مغرب نے دنیا میں پھیلا رکھا ہے۔ ہمیں قوتِ استنباط اور صلاحیتِ اجتہاد کو دوبارا پیدا کرنا ہوگا تاکہ آج کے دور میں کسی بھی پیدا ہونے والے نئے ریاستی مسئلے کے لیے شرعی مآخذ سے ٹھیک ٹھیک احکامات اخذ کیے جاسکیں۔

ارشادِ ربانی ہے: "إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ "ترجمہ: "بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا، جب تک کہ وہ اپنی نیت کو نہ بدلے اور جب اللہ کسی قسم سے برائی چاہے تو اس کو ٹالنے والا نہیں"۔ ۴۶

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی　　نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

(مولانا ظفر علی خان)

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International Licence.

حواشی و حوالہ جات:

۱۔ قریشی، محمد صدیق / پیغمبر ﷺ کی حکمت و بصیرت / لاہور / الفیصل ناشران / ۲۰۰۵ / ص ۲۹۱

Qureshi, Muhammad Siddiq / Pyghambar, (Peace Be Upon Him), Ki Hikmat wa Basirat / Lahore / Al-Faisal Publishers / 2005 / p. 291

۲۔ حمید اللہ، ڈاکٹر / رسول اللہ ﷺ حکمرانی اور جانشینی / لاہور / بک ہاؤس / صفحہ ۷۰

Hamidah, Dr. / Rasoolullah ﷺ ki Hukamrani awr Janashini / Lahore / Book House / Page 70

۳۔ صدیقی، یاسین مظہر / عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت / لاہور الفیصل ناشران / ۱۹۹۵ئ / ص ۹

Siddiqi, Yasin Mazhar / A'hd Nabawi, (Peace Be Upon Him), ka Nizam Hukumat/ Lahore Al-Faisal Publishers / 1995 / p. 9

۴۔ شبلی نعمانی، علامہ / سیرت النبی ﷺ / جلد اول / ص ۲۵۰: "کا بیان ہے کہ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا خاتمہ تھا اس لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی "یہ بحث ابھی تشنہ تکمیل ہے)

Shibli Nomani, Allama / Siratunnabi, (Peace Be Upon Him) / 1/250.

۵۔ بلاذری، احمد بن یحیٰ بن جابر / انساب الاشراف / جلد اول / دار الفکر / صفحہ ۲۵۴

Baladhari, Ahmed bin Yahya bin Jaber / Ansab Al-Ashraf / Dar Al-Fikr / 1/254

6-The First Written Constitution in the World/Lahore/1968/page 123-137.

۷۔ حمید اللہ، ڈاکٹر / رسول اللہ ﷺ حکمرانی اور جانشینی / لاہور / بک ہاؤس / صفحہ ۲۱)

Hamidah, Dr. / Rasoolullah ﷺ ki Hukamrani awr Janashini/ Lahore / Book House / Page 21)

۸۔ عہد نبوی کی اسلامی ریاست کی حدود حکمرانی پر نظریاتی بحث کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت دہلی

Prof. Yaseen Mazhar Siddiqui's book Ahad Nabavi, ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Delhi.

۹۔ قبائلی نظام پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت دہلی

For a discussion on the tribal system, see Prof. Yaseen Mazhar Siddiqui's book Ahad Nabavi, ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Delhi..

۱۰۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ رسول اللہ ﷺ حکمرانی اور جانشینی/ لاہور/ بک ہاؤس/ صفحہ ۱۹
Hamidah, Dr. / Rasoolullah ﷺ ki Hukamrani awr Janashini / Lahore / Book House / Page 19

۱۱۔ ایضاً، صفحہ ۲۰ Ibid, p:20.

۱۲۔ ایضاً، صفحہ ۲۱ Ibid, p:21.

۱۳۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی/ کراچی/ اردو اکیڈمی/ ۱۹۸۷/ ص ۱۰۲
Hamidullah, Dr. / A'hd Nabavi main Nizam-e-Hukamrani/ Karachi / Urdu Academy / 1987 / Page 102

۱۴۔ محمد رسول اللہ ﷺ (مقالہ سیرت) اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور ۱۹۷۳، ص ۱۶۷
Muhammad Rasoolullah (Maqalah Sirat) Urdu Ma'arif al-Islamiah /Lahore 1973, p.167

۱۵۔ برکات احمد مترجم مشیر الحق ندوی/ رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز/ لاہور/ مکتبہ عالیہ/ ۱۹۸۷/ ص ۸۲
Barakat Ahmad Translator Mushirul Haq Nadvi / Rasool Akram awr Yehud Hijaz / Lahore / Maktab-e-Alia / 1987 / p. 82

16۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ عہد نبوی ﷺ نظام حکمرانی/ دہلی/ ص ۲۰۱
Hamid Allah, Dr, A'hd Nabavi ﷺ; Nizam-e-Hukamrani / Delhi / p. 201

۱۷۔ امیر علی، سید مترجم محمد حسین ہادی/ روح اسلام/ لاہور/ ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۸۴/ ص ۵۸
Amir Ali, Syed, Translator Muhammad Husayn Hadi / Spirit of Islam / Lahore / Idarah Thaqafat Islamia 1984 / p. 58

۱۸۔ ہیکل، محمد حسین/ حیاۃ محمد ﷺ / قاہرہ/ النھضۃ العصریہ/ ۱۹۷۴/ ۱۹۹
Haykal, Muhammad Husayn / Hayat Muhammad / Cairo / Al-Nahda Al-Asriyah / 1974 / 199

۱۹۔ امیر علی، سید مترجم محمد حسین ہادی/ روح اسلام/ لاہور/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/ ۱۹۸۴/ ص ۱۷۹۔۱۸۰
Amir Ali, Syed Translator Muhammad Husayn Hadi / Spirit of Islam /Pg. 179-180

۲۰۔ نقوش رسول نمبر مقالہ بعنوان "اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبد الحکیم "/ لاہور/ ادارہ فروغ اسلام/ ۱۹۸۳/ جلد سوم/ ص ۶۷۲
Nuqush Rasool Number, Article Entitled "Islam awr-Mazhabi Rwadari by Khalifah Abdul-Hakim" / Lahore / Idara Forough Islam / 1983 / 3/672.

۲۱۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/ رسول اللہ ﷺ حکمرانی اور جانشینی/ لاہور/ بک ہاؤس/ صفحہ ۸۲
Hamid Allah, Dr/ Rasulullah ﷺ Hakmrani Ur Janshini / Lahore / Book House / Page 82

۲۲۔ ایضاً/ صفحہ ۸۷ Ibid, p:87.

۲۳۔ تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست و حکومت دہلی
For details see Prof. Yaseen Mazhar Siddiqui's book Ahad Nabavi ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Delhi

۲۴۔ نائبین رسول ﷺ کے لیے عام طور سے فقرہ "علی الصلوۃ" ماخذ میں استعمال ہوا ہے اس وجہ سے نیابت کو صرف نماز سے مخصوص سمجھ لیا گیا ہے حالانکہ وہ "نیابت کلی" کے ہم معنی تھا۔

For the deputies of the Prophet (Peace and Blessings Of Allaah Be Upon Him), the phrase “Alayhi as-salawat” is commonly used in the source. For this reason, Niyabat is considered to be specific to Namaz only, although it was synonymous with Niyabat Kali.

۲۵۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو "عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت" کا باب چہارم۔

For a detailed discussion, see Chapter 4 of the A’hd Nabvi ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat.

۲۶۔ نائبین نبوی ﷺ کے زمانہ قبول اسلام کے لیے ابن سعد، اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ ملاحظہ ہو۔

For the time of the acceptance of Islam of the deputies of the Prophet, see Ibn Sa'd, Usad al-Ghaba, Isabah, etc.

۲۷۔ سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۵۹ Surah Al Imran / Verse No. 159.

۲۸۔ بحث کے لیے ملاحظہ ہو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت وملوکیت دہلی، ۱۹۶۹

For Detail note Maulana Abu Al-A’la Mawdudi, s Book Caliphat wa Mlukiat, Delhi, 1969

۲۹۔ ابن اسحاق انگریزی ترجمہ الفریڈ گیوم لندن، ۱۹۵۵، ص ۲۳۵

Ibn Ishaq English Translation by the al-Farid Guillaume London, 1955, p. 235.

۳۰۔ بخاری، باب المساجد بجاب الهجرة/ باب الحج/کتاب البیوع

Bukhari, Bab ul Masajid bi Janib al-Hujrah/ Bab al-Haj / kitab ul Buyu’e.

۳۱۔ المطلبی، محمد بن اسحاق بن یسار/السیرۃ النبویۃ سیرۃ ابن اسحاق/دار الکتب العلمیہ/۲۰۰۴/ص ۲۳۴)

Al-Muttalib, Muhammad bin Ishaq bin Yasar / al-Sirah al-Nabaviah Sirah Ibn Ishaq / Dar al-Kutub al-Ilmiyya / 2004/ p. 234

۳۲۔ ایضاً/ص ۲۹۳

Ibid, p:293.

۳۳۔ واقد، محمد بن عمر/المغازی للواقدی/بیروت، لبنان/ص ۷۲۸

Waqid, Muhammad bin Omar/ Al-Maghazi by Al-Waqidi/ Beirut, Lebanon/ p. 728

۳۴ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو "عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت" کا باب چہارم

For detailed discussion See “A’hd Nabvi ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat chapter 4.

۳۵۔ ابن سعد، محمد بن سعید بن الھاشمی البصیری/الطبقات الکبریٰ/جلد اول/ص ۲۶۷

Ibn Saad, Muhammad bin Saeed bin Al-Hashimi Al-Busairi / Al-Tabaqat Al-Kubra / 1/ 267.

۳۶۔ ایضاً/ص ۲۶۷ Ibid, p:267.

۳۷۔ الجزری، علی بن محمد/اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ/جلد اول/ص ۳۳۱) (ابن سعد، محمد بن سعید بن الھاشمی البصیری/الطبقات الکبریٰ/جلد اول ص ۲۶۸)

Al-Jazari, Ali bin Muhammad / Usud Al-Ghabha Fi Ma’rifat al-Sahabah/ 1/331). (Ibn Saad, Muhammad bin Saeed bin Al-Hashimi Al-Busairi / Al-Tabaqat Al-Kubra / 1/268.

۳۸۔ کتانی جلد اول/ص ۳۲۱ Katani, 1/321.

۳۹۔ ایضاً، ص ۱۹۴ Ibid, p:194.

۴۰۔ واقد، محمد بن عمر/المغازی للواقدی/بیروت، لبنان/ص ۱۶

Waqid, Muhammad bin Omar/ Al-Maghazi Al-Waqidi/ Beirut, Lebanon/ p. 16

۴۱۔ المطلبی، محمد بن اسحاق بن یسار/ السیرۃ النبویہ سیرۃ ابن اسحاق/ جلد اول/ ص ۴۶۹) (بلاذری، ابو الحسن/ فتوح البلدان/ بیروت، دار ومکتبہ الھلال/ص ۳۵)

Al-Muttalib, Muhammad bin Ishaq bin Yasar / Sirat Ibn Ishaq / 1/469. (Balazari, Abu al-Hasan / Fotouh al-Buldan / Beirut, Dar wa Mukattabah al-Hilal / p. 35)

۴۲۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو" عہد نبوی ﷺ میں تنظیم ریاست وحکومت"کا باب چہارم

For detaile see: "A'hd Nabvi ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Chapter 4.

۴۳۔ المطلبی، محمد بن اسحاق بن یسار/السیرۃ النبویہ سیرۃ ابن اسحاق/جلد اول ص ۱۷۴

Al-Muttalib, Muhammad bin Ishaq bin Yasar / Sirat Ibn Ishaq / 1/174.

۴۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب لم یکن لہ بواب، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب العلم وغیرہ کے ابواب، واقدی ص ۱۷۸

Bukhari, al-Jami'e al-Sahih, Bab Lam Yakun Lahu Bawab, Kitab Nikah, Kitab al-Talaq, Kitab al-Elam. Waqidi, p. 178

۴۵۔ ولایات کی تقسیم، نظام اور والیوں کے اختیارات کے لیے پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت دہلی القاضی ۱۹۸۸۔ ملاحظہ فرمائیں

Professor Yassin Mazhar Siddiqi's Book A'hd Nabvi main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Delhi Al-Qadi 1988.

۴۶۔ (مصعب زبیری، کتاب نسب قریش، ص ۸۴۔۱۷۶) (فتوح البلدان/ص ۴۸)

Mosab Zubayri, Kitab Nasab Quraish, pg. 84-176) (Futuh al-Buldan / pg 48)

۴۷۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک/ سیرۃ النبی ﷺ / جلد سوم/لاہور/المیزان/ص ۵۴۰) (واقد، محمد بن عمر/المغازی للواقدی/بیروت، لبنان/ص ۹۶۸) (ابن سعد، محمد بن سعید بن الھاشمی البصیری/الطبقات الکبریٰ/جلد اول ص ۳۱۳)

Ibn Hisham, Abu Muhammad Abd al-Malik / Sirat al-Nabi ﷺ / Volume 3/ Lahore / Al-Mizan / pg. 540) (Waqid, Muhammad bin Omar / Al-Maghazi by Al-Waqidi / Beirut, Lebanon / pg. 968) (Ibn Saad, Muhammad bin Saeed bin Al-Hashimi Al-Busairi / Al-Tabaqat al-Kubra / 1/313

۴۸۔ حضرت علاء بن حضرمی اور بحرین کے صوبہ میں تقرری کے لیے ملاحظہ ہو فتوح البلدان ص ۹۲-۹۸

For the appointment of Hazrat Ala bin Hazrami and his appointment in the province of Bahrain, see Fatuh al-Baldan, pp. 92-98.

۴۹۔ ایک روایت کے مطابق مکے کے گورنر حضرت عتاب بن اسید اموی کو چالیس اوقیہ چاندی ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ ملاحظہ ہو کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت از پروفیسر یاسین مظہر صدیقی، دہلی

According to a tradition, the governor of Mecca, Hazrat Atab bin usaid Umavi, received a monthly salary of 40 ounces of silver. See the book A'hd Nabvi ﷺ main Tanzeem Riyasat wa Hukumat by Prof. Yaseen Mazhar Siddiqui, Delhi.

۵۰۔ صدیقی، یاسین مظہر/عہد نبوی کا نظام حکومت/لاہور/الفیصل ناشران/۱۹۹۵/ص ۲۹

Siddiqi, Yasin Mazhar / Ahed Nabawi Ka Nizam Hukumat/ Lahore / Al-Faisal Publishers / 1995 / p. 29.

۵۱۔ صدیقی، یاسین مظہر/عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت/لاہور الفیصل ناشران وتاجران کتب ۱۹۹۱/ص ۳۳

Siddiqi, Yasin Mazhar / Ahed Nabawi Ka Nizam Hukumat / Lahore Al-Faisal, two publishers wa Tajiran Kutub, 1991 / p. 33

۵۲۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام جلد دوم ص ۲۰۴، ابن سعد جلد اول ص ۱۰۸

Note: Ibn Hisham, 2/204, Ibn Saad, 1/108

۵۳۔ الجزری، علی بن محمد/اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ/جلد دوم/ص ۳۳۵

Al-Jazari, Ali bin Muhammad / Usud ul Ghabah / 2/335.

۵۴۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور/بک ؤس/ص ۹۴

Hameedullah, Dr / Rasool Allah ki Hukamrani awr Janashini/Lahore/Book House/ p.94

۵۵۔ کتانی/جلد اول/ص ۲۸۴، نیز تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ابن سعد، محمد بن سعید بن الھاشمی البصیری/الطبقات الکبریٰ/جلد دوم/ص ۱۴۵

Katani, 1/284. Ibn Sa'd, Muhammad ibn Sa'id ibn al-Hashmi al-Basiri / Al-Tabqat al-Kubra / Vol. II / p. 145.

۵۶۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور بک ہاؤس/ص ۸۷

Hamidullah, Dr Rasool Allah ki Hukamrani awr Janashini / Lahore Book House / p.87

۵۷۔ ایضاً/ص ۳۹ Ibid, p:39.

۵۸۔ ایضاً/ص ۸۹ Ibid, p:89.

۵۹۔ ایضاً/ص ۹۱ Ibid, p:91.

۶۰۔ ملاحظہ ہو بحث اسلامی ریاست کا ارتقاء، باب اول میں

See Islami Riyasat ka Irtiqa, Chapter One

۶۱۔ فوجی طاقت حاصل کرنے کا حکم الہیٰ جہاد و قتال کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال، آیت نمبر ۶۰ میں دیا ہے۔

Surah Anfal, Ayat No. 60.

۶۲۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب سوم اور اس کے حواشی

Detaile in: Professor Yassin Mazhar Siddiqui, s Book / Ahed Nabawi main Tanzeem Riyasat wa Hukumat Bab 3 and Foot Notes.

۶۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو پروفیسر یاسین مظہر صدیقی کی کتاب عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت، باب سوم

Detaile: Professor Yassin Mazhar Siddiqui, s Book "Ahed Nabawi main Tanzeem Riyasat wa Hukumat", Bab 3

۶۴۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور/بک ہاؤس/س ۹۲

Hamidullah, Dr, "Rasool Allah ki Hukamrani awr Janashini" Lahore, Book House / Q92.

۶۵۔ سورہ النمل/آیت نمبر ۴۴ Surah An-Naml /Verse No. 44.

۶۶۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور/بک ہاؤس/س ۲۴
Hamidullah Dr /Rasool allah, Ki Hakmrani Ur Janshini / Lahore / Bek Haws / S 24

۶۷۔ حنبل، امام احمد/ مسند امام احمد بن حنبل/ جلد چہارم/ صفحہ ۴۰۵) (السجستانی، ابو داؤد سلیمان اشعت/ سنن ابوداؤد، جلد ۲، باب ۶۲ ابن عبدالبر الاستعیاب باب کناء النساء نمبر ۱۰۷)
Hanbal, Imam Ahmad / Musnad Imam Ahmad Ibn Hanbal / 4/405) (Al-Sijistani, Abu Dawood Suleiman Ishaat / Sunan Abu Daoud, Volume 2, bab62. Ibn Abd al-Barr al-Istiyaab, bab kuna' al-Nisa' No. 107.

۶۸۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور/بک ہاؤس/ص ۲۳
Hamidullah, Akr /Rasool Allah, peace be upon him, Ki Hakmrani Aur Janshini / Lahore / Book House/ p. 23

۶۹۔ صحیح بخاری ۳۸/۴۴۶، نمبر ۵۱ اور ۹۷/۶۲، ابن ہشام صفحہ ۱۱۵۱، تاریخ طبری ۱، ۳۲۸۱، بلاذری، انساب ۱، پیرا ۰۸۱۱)
Sahih Bukhari 38/446, No. 51 Ur. 97/62. Ibn Hisham, pg. 1151, Tarikh Tabari 1/3281. Baladhuri, Ansab, 1/Pera 0811.

۷۰۔ بلاذری، احمد بن یحییٰ بن جابر/انساب الاشراف/جلد اول/دار الفکر/ پیرا ۱۱۸۵
Baladhari, Ahmed bin Yahya bin Jaber / Ansab Al-Ashraf / Vol:1/ Dar Al-Fikr / Pera 1185.

۷۱۔ ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک/سیرۃ النبی ﷺ / لاہور/المیزان/ص ۳۴۶
Ibn Hisham, Abu Muhammad Abd al-Malik / Sirat al-Nabi, peace be upon him / Lahore / Al-Mizan / p. 346.

۷۲۔ ایضاً/ص ۱۰۱۶ Ibid, p:1016.

۷۳۔ بخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل/ صحیح بخاری
Bukhari, Abu Abdullah Muhammad bin Ismail / Sahih Bukhari.

۷۴۔ حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اللہ ﷺ کی حکمرانی اور جانشینی/لاہور/بک وس/س ۷۰
Hamidullah, Doctor / Rasool Allah, peace be upon him, Ki Hakmrani Aur Janshini / Lahore / Book House / Q70

۷۵۔ السجستانی، ابو داؤد سلیمان اشعت/ سنن ابی داؤد
Al-Sijistani, Abu Dawood Suleiman Ishaat / Sunan Abi Dawood.

76۔ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۴۵۵
Sahih al-Bukhari, Kitab Ahadith al-Anbia, Bab Zikr Bani Israel, Hadith: 3455

۷۷۔ زاہد الراشدی، مولانا/ سیاسی قیادت اور سیرت نبوی ﷺ / تاریخ بیان ستمبر ۱۹۹۵/ بمقام جامعہ الہدیٰ، نوٹنگھم، برطانیہ (www.zahidrashdi.org/887)

Zahid Al-Rashidi, Maulana / Siyasi Qiyadat awr Sirat Nabawi, peace be upon him / date of the statement September 1995 / at Al-Hadi University, Newgham, UK (www.zahidrashdi.org/887).

۷۸۔ سورہ محمد/آیت نمبر ۳۸ Surah Muhammad: 38

۷۹۔ سورہ الرعد/آیت نمبر ۱۱ Surah Al-Ra'd :11.